تاریخ تدوینِ فقہ

سید محمد عمیم الاحسان مجددی

کیفیت تدوین:

امام ابو حنیفہؒ کو اپنے استاد حماد کے انتقال کے بعد غالباً تدوین فقہ کا خیال پیدا ہو چکا ہو گا، جبکہ اسلامی مملکت کا رقبہ سندھ سے اندلس تک طولاً اور شمالی افریقہ سے ایشیائے کوچک تک عرضاً پھیلا ہوا تھا، اسلامی مدنیت میں بڑی وسعت آ چکی تھی، عبادات و معاملات کے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہو چکے تھے اور ہو رہے تھے کہ ایک مرتب قانون کے بغیر محض روایتوں اور وقتی طور پر واقعات ونوازل میں غور وفکر سے کسی طرح کام نہیں چل سکتا تھا، اس کے علاوہ سلطنت کی وسعت اور دوسری قوموں کے میل جول سے فقہی تعلیم وتعلم نے اس قدر وسعت حاصل کر لی تھی کہ زبانی سند و روایت اس کی متحمل بھی نہیں ہو سکتی تھی، جس کا اب تک دستور تھا۔ ان حالات میں قدرتی طور پر اس خیال کا آنا ناگزیر تھا کہ فقہ کے جزئیات مسائل کو غور وفکر کے ساتھ اصول وضوابط کے ماتحت ترتیب دے کر فن بنا دیا جائے اور اس فن کی کتابیں لکھی جائیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی طبیعت ابتداء سے مجتہدانہ اور غیر معمولی طور پر مقننانہ واقع ہوئی تھی، علم کلام کے بحث وجدل نے اس کو اور جلا دے دی تھی۔

تجارت کی وسعت نے معاملات کی ضرورتوں سے بھی خوب مطلع کر دیا تھا، اطراف بلاد سے ہر روز سینکڑوں ضروری فتوے آتے تھے، جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ملک کو اس کی کس قدر حاجت ہے، قضاۃ، احکام اور فیصلوں میں جو غلطیاں کرتے تھے وہ بھی سامنے تھیں، غرض امام صاحبؒ ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کے چنگل سے رہائی پاتے ہی اس طرف پوری طرح متوجہ ہو گئے۔

تدوین فقہ کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ عملی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب شریعت کے متعلق کتاب وسنت کی باتیں جو متفرق طور پر اہل علم میں شائع ہیں، ان میں ترتیب اور نظام قائم کر دیا جائے اور مسلمانوں کے عمل کے لئے آخری فیصلہ کن صورت متعین کر دی جائے مگر چونکہ شریعت محمدی قیامت تک کے لئے ہے، نئے نئے حوادث ومسائل ہوتے رہیں گے، ان کے متعلق

عین وقت پر کتاب و سنت سے حکم معلوم کرنے کے بجائے امکانی حد تک پہلے سوچ سمجھ کر تمام حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے احکام معین کر دینا بھی اس کا ثانوی مگر اہم مقصد تھا' اس مقصد ثانوی کے لحاظ سے کوفہ تدوین فقہ کے مرکز ہونے کی بہت عمدہ صلاحیت رکھتا تھا۔ مختلف عربی اور عجمی تہذیبیں وہاں جمع تھیں' قسم قسم کے مسائل وہاں موجود تھے' اہل علم کا بھی کافی مجمع تھا۔ اس کے مقابلے میں عرب کے دوسرے شہروں کی تہذیب خالص عربی اور سادہ تھی۔

جامع فقہ کی تدوین کے لئے ایسے مقام کی ضرورت تھی جو ہر قسم کے مسائل کا جامع ہو۔ امام ابوحنیفہؒ جس اعلیٰ پیمانے اور مضبوط طریقہ پر فقہ کی تدوین کرنا چاہتے تھے وہ وسیع اور پر خطر کام تھا۔ اس لئے انہوں نے اتنے بڑے کام کو صرف اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر منحصر کرنا مناسب نہ سمجھا۔

اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چند نامور اشخاص چن لئے جن میں سے اکثر خاص خاص علوم کے ماہر تھے' جن کی تکمیل فقہ کے لئے ضروری تھی' یہ حضرات استاذ زمانہ تسلیم کئے جا چکے تھے مناقب موفق میں ہے:

فوضع ابو حنيفة مذهبه شورى بينهم لم يستبد فيه بنفسه دونهم (ج ۲' ص۱۳۳)

تو امام ابوحنیفہؒ نے اپنے مذہب کو باہمی مشورہ پر مبنی کر دیا۔ مجلس شوریٰ سے الگ ہو کر فقہ کی تدوین کو صرف اپنی ذات سے وابستہ نہیں رکھا۔

امام طحاوی (۱) نے بسند متصل اسد بن فرات تلمیذ امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ اراکین مجلس تدوین فقہ چالیس تھے' سب کے سب فقہ میں درجۂ اجتہاد تک پہنچ چکے تھے' ان میں دس ممتاز ترین اہل علم پر مشتمل ایک خاص مجلس بھی تھی' جس کے رکن امام ابو یوسفؒ' زفرؒ' داؤد طائی' اسد بن عمر' یوسف بن خالد اور یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔

مجلس تدوین فقہ کے متعلق وکیع بن الجراح مشہور محدث کا قول ہے:

كيف يقدر ابو حنيفة ان يخطى وسعه مثل ابى يوسى و زفر و محمد فى قياسهم و اجتهادهم و مثل يحيىٰ بن زائدة و حفص بن غياث و حبان و مندل فى حفظهم للحديث و

معرفتهم به والقاسم بن معن يعنى ابن عبدالرحمٰن بن عبدالله بن مسعود فى معرفته باللغة العربية و داؤد بن نصير الطائى و فضيل بن عياض فى زهدهما و ورعهما. فمن كان اصحابه هولاء و جلسائه لم يكن ليخطى لانه ان اخطأ ردوه الى الحق۔ (جامع المسانید' ص۳۳ وخطیب)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کے کام میں غلطی کیسے باقی رہ سکتی ہے' جب واقعہ یہ تھا کہ ان کے ساتھ ابو یوسف زفر اور محمد جیسے لوگ قیاس و اجتہاد کے ماہر موجود تھے اور حدیث کے باب میں یحییٰ بن زکریا بن زائدہ' حفص بن غیاث' حبان اور مندل' جیسے ماہرین حدیث ان کی مجلس میں شریک تھے اور لغت وعربیت کے ماہرین میں قاسم بن معن یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے جیسے حضرات شریک تھے اور داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے لوگ تقویٰ وورع اور زہد و پرہیز گاری رکھنے والے موجود تھے تو جس کے رفقاء کار اور ہمنشین اس قسم کے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا' کیونکہ غلطی کی صورت میں صحیح امر کی طرف یہ لوگ یقیناً واپس کر دیتے ہوں گے۔

امام ابوحنیفہؒ نے طریقۂ استنباط یہ رکھا کہ پہلے جواب مسئلہ کتاب اللہ سے استنباط کی کوشش کی جاتی' اگر اس میں کامیابی ہو جاتی' خواہ کتاب اللہ کی عبارت النص سے ہو یا دلالۃ النص سے یا اشارۃ النص سے یا اقتضاء النص سے تو اسی کو متعین فرما دیتے' اگر کسی نہج سے کتاب اللہ سے براہ راست اس کا سراغ نہیں ملتا یا فیصلہ نہیں ہوسکتا تو پھر احادیث نبویہ میں تفتیش فرماتے۔

آخری بات جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی' امام صاحبؒ کی نظر اس پر رہتی تھی اور اسی کو اختیار کرتے تھے' اگر حجازی اور عراقی صحابہ کی مرفوع حدیثوں میں اختلاف ہوتا تو بنا برفقہ راوی' فقہ کی روایت کو ترجیح دیتے' اگر احادیث نبویہ سے فیصلہ نہ ہوسکتا ہو تو اہل افتاء صحابہ اور تابعین کے اقوال اور فیصلے تلاش فرماتے' اجماع کی طرف رجوع کرتے' ایسے موقع پر اہل عراق صحابہ

۱۔ الجواہر المفید' ص ۱۴۰' ج ۱۔

اور تابعین کے مذہب کو اختیار فرماتے' اگر یہاں بھی جواب نہ ملتا تو قیاس (۱) واستحسان (۲) سے مسئلہ کا حل فرماتے۔ مسئلہ پر غور کرتے ہوئے یہ بھی دیکھتے تھے کہ مسئلہ سے متعلق نصوص کی حیثیت تشریعی یا غیر تشریعی ہے اس ضمن میں مسائل کے اصول طے کرنے کی بھی ضرورت پڑتی تھی۔

نصوص میں ضابطہ کلیہ اور واقعات جزئیہ میں اگر تعارض ہوتا تو ضابطہ کی نص کو ترجیح دیتے اور واقعہ جزئی کی توجیہہ کرتے۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا' اب تک اہل افتاء اور قضاۃ کا یہی دستور تھا کہ واقعہ ہو جانے کے بعد جواب سوچتے تھے' کوئی مدون قانون جو کتاب وسنت سے ماخوذ و مرتب ہو' ان کے سامنے نہیں تھا' بلکہ وقوع سے پہلے شرعی حکم سوچنے کو معیوب جانتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ اس دستور کے خلاف تھے' فرماتے تھے:

> ''اہل علم کو چاہئے کہ جن باتوں میں لوگوں کو مبتلا ہونے کا امکان ہے ان کو سوچ لینا چاہئے تاکہ اگر واقع ہی ہو جائیں تو انہیں انوکھی بات نظر نہ آئے جس سے لوگ پہلے سے واقف نہ ہوں' بلکہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان امور میں کسی کو مبتلا ہونا پڑے تو شرعاً ابتلا کے وقت کیا کرنا چاہئے اور مبتلا ہونے کے بعد شریعت نے ان کے لئے کیا صورت بتائی ہے۔'' (مناقب موفق' ص ۶۰)
>
> قیس بن ربیع مشہور محدث کا قول ہے:
>
> **كان ابو حنيفه اعلم الناس بمالم يكن (موفق)**
>
> امام ابوحنیفہؒ ان مسائل کو جو واقع نہ ہوئے ہوں' سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔

اسی بناء پر مجلس تدوین میں امام ابوحنیفہؒ نے ان تمام فقہی مسائل پر بتفصیل غور فرمانا شروع کیا جن کا واقع ہونا ممکن تھا۔

۱۔ یعنی حمل النظیر علی النظیر یا نص کے مناط حکم کے دریافت کے بعد اس سے جواب مسئلہ استخراج کیا جاتا اور اس پر تفریع کی جاتی۔

۲۔ یعنی قیاس کے مقابل کسی چیز سے قیاس خفی یا ضرورت یا عرف وتعامل وغیرہ سے مسئلہ حل فرماتے۔

مجلس تدوین کا یہ طریقہ تھا کہ امام صاحب کے اردگرد اراکین مجلس (تلامذۂ امام) بیٹھ جاتے امام صاحب ایک' ایک کو بصورۃ (۱) سوال اور لوگوں کے خیالات کو الٹتے پلٹتے جو کچھ مجلس کے اراکین کی معلومات ہوتیں' سنتے جو اپنا خیال ہوتا ظاہر فرماتے' اگر تمام اراکین جواب مسئلہ میں متفق ہو جاتے تو اسی وقت قلبند کر لیا جاتا...... خدمت کتابت اسد بن عمر' یحییٰ بن زکریا بن ابی زائد اور امام ابو یوسفؒ سے متعلق تھی' اختلاف کی صورت میں نہایت آزادی کے ساتھ بحثیں شروع ہو جاتی اور یہ بحث کبھی مہینوں تک قائم رہتی' تلامذۂ امام اپنے اپنے علم اور معلومات کے اعتبار سے بحث کرتے' ردوقدح جاری رہتی' امام ابو حنیفہؒ خاموشی سے سب کی تقریریں اور دلائل سنتے۔ البتہ بیچ بیچ میں آپ کی زبان سے بے ساختہ یہ آیت

فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ وَ یَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه'

جاری ہو جاتی۔ (۲) جب باتیں شروع ہو کر بہت بڑھ جاتیں تو امام صاحب اپنی تقریر شروع فرماتے۔ بالآخر امام صاحب ایسا جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا اور مسئلہ کا ایک پہلو متعین

۱۔ امام شافعیؒ کے مشہور تلمیذ امام ابن سریج کے سامنے کسی نے امام ابو حنیفہؒ کی برائی بیان کی' امام ابن سریج نے اس سے خفا ہو کر فرمایا: یا ھذا تقع فی رجل اے فلانے ایسے شخص پر طعن کرتا ہے۔

۲۔ امام شافعیؒ کے مشہور تلمیذ امام سریج کے سامنے کسی نے امام ابو حنیفہؒ کی برائی بیان کی امام سریج نے اس سے خفا ہو کر فرمایا:

یا ھذا فی رجل سلم له' جمیع الامة ثلثة ارباع العلم و ھو لا یسلم لھم الربع قال و کیف ذاک فقال العلم قسمان سوال و جواب و انه وضع المسائل فسلم له النصف ثم اجاب فیھا فوافقوہ فی النصف او اکثر فسلم له' لاربع و انما خالفوہ فی الباقی و ھو لا یسلم لھم ذلک فبقی الربع متنازھا فیه بینه و بین الکل۔
(بزروی' ص۱۶)

اے فلانے ایسے شخص پر طعن کرتا ہے جس کے لئے امت نے تین چوتھائی علم مسلم رکھا اور ان کیلئے ایک ربع بھی مسلم نہیں رکھے۔ کہا کیسے' ابن سریج نے جواب دیا کہ علم کی دو قسمیں ہیں' سوال اور جواب امام ابو حنیفہؒ نے سوالات وضع کئے تو نصف ان کیلئے مسلم ہو گیا باقی نصف جواب کے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نصف جواب کی موافقت امت نے کی تو ایک چوتھائی اور ان کیلئے مسلم ہو گیا باقی چوتھائی میں مخالفت کی مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک مخالفت قابل تسلیم نہیں تو چوتھائی علم بھی متنازع فیہ رہا۔

ہو جاتا اور لکھ لیا جاتا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحبؒ کے فیصلہ کے بعد بھی بعض اراکین اپنی اپنی رائے پر قائم رہتے تو سب کے اقوال قلم بند کر لئے جاتے' اس کا بھی التزام تھا کہ جب تک شوریٰ کے تمام اراکین خصوصی جمع نہ ہو جائیں' کوئی مسئلہ طے نہ کیا جائے۔ یہ بھی دستور تھا کہ جب کوئی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ بحث مباحثے کے بعد آخری فیصلہ کی صورت اختیار کرتا تو اراکین شوریٰ

کبروا جمیعا قالوا اللہ اکبر (موفق' ص ۵۴' ج ۲)

سب کے سب نعرہ تکبیر بلند کرتے' اللہ اکبر کہتے۔

تقریباً بائیس برس کی مدت میں امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کا مجموعۂ فقہی تیار ہو کر کتب ابی حنیفہؒ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ مجموعہ تراسی ہزار دفعات پر مشتمل تھا' جس میں اڑتیس ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے' باقی پینتالیس ہزار دفعات کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا اس میں انسان کے دنیوی کاروبار کے متعلقہ آئین و دستور اور معاشیات' سیاسات اور منزلیات کے متعلقہ قوانین سب ہی تھے' انہی مسائل کے ضمن میں دقائق نحو اور حساب کے ایسے ایسے دقیق مسائل بھی تھے' جن کے سمجھنے کے لئے عربیت اور جبر و مقابلہ کے ماہرین کی ضرورت ہو۔ اس مجموعہ کی ترتیب اس طرح تھی کہ اول باب الطہارۃ' پھر عبادات کے دوسرے ابواب ان کے بعد معاملات وعقوبات کے ابواب تھے آخر میں باب المیراث تھا۔

یہ مجموعہ ۱۴۴ھ کے قبل مکمل ہو چکا تھا' مگر بعد میں بھی اضافے ہوتے رہے کیونکہ بغداد جانے پر جیل خانے میں بھی یہ سلسلہ قائم رہا۔ امام محمدؒ کا تعلق امام صاحب کی مجلس سے وہاں ہی ہوا' اضافہ کے بعد اس مجموعہ کے مسائل کی تعداد پانچ لاکھ (۱) تک پہنچ گئی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے:

۱۔ خوارزمی کا بیان ہے:

قد قیل بلغت مسائل ابی حنیفة خمسمائة الف مسئلة و کتبه و کتب اصحابه تدل علی ذلک مع ماتضمن مذهبه من المسائل الغامضة المشتملة علی دقائق النحو والحساب مایتعب استخراجها العلماء بالعربیة والجبر والمقابلة و فنون الحساب (جامع المسانید ص ۳۵)

کہا گیا ہے کہ مسائل ابی حنیفہؒ کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچی ہے۔ امام صاحب اور ان کے تلامذہ کی کتابیں اس پر شاہد ہیں، اس کے ساتھ جو مسائل غامضہ مثلاً دقائق نحو، حساب جبر و مقابلہ اور ادیت کے متعلقات اس میں ہیں وہ اس پر مزید ہیں۔

كتبت كتب ابى حنيفةؒ غير مرة كان يقع فيها زيادات فاكتبها
(موفق، ص ۶۸/۲۷)

میں نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو متعدد بار لکھا' ان میں اضافے بھی ہوتے رہے' ان اضافات کو بھی لکھ لیا کرتا۔

اس مجموعہ نے امام صاحب کے زمانے میں قبولیت حاصل کر لی اور جس قدر اجزاء تیار ہوتے تھے' ساتھ ہی ساتھ ملک میں اس کی اشاعت ہو جاتی تھی۔ اس کے باوجود آج ایک بھی نسخہ موجود نہیں ہے۔

جب یہ مجموعہ مکمل ہو چکا تو امام ابوحنیفہؒ نے اپنے تلامذہ کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک ہزار اہل علم شاگرد جمع ہوئے جن میں چالیس وہ تھے جو مجلس تدوین کے رکن اور درجۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے' امام صاحب نے انہیں اپنے قریب بٹھایا اور اس طرح تقریر فرمائی:

''میرے دل کی مسرتوں کا سارا سرمایہ صرف تم لوگوں کا وجود ہے' تمہاری ہستیوں میں میرے حزن وغم کے ازالے کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ فقہ (اسلامی قانون) کی زین تم لوگوں کیلئے کس کر میں تیار کر چکا ہوں' اس کے من پر تمہارے لئے لگام بھی چڑھا چکا ہوں' اب تمہارا جس وقت جی چاہے اس پر سوار ہو سکتے ہو' میں نے ایسا حال پیدا کر دیا ہے کہ لوگ تمہارے نقش قدم کی جستجو کریں گے اور اسی پر چلیں گے تمہارے ایک ایک لفظ کو لوگ اب تلاش کریں گے' میں نے گردنوں کو تمہارے لئے جھکا دیا اور ہموار کر دیا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم سب علم کی حفاظت میں میری مدد کرو' تم سب میں سے چالیس آدمی ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک عہدۂ قضا کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اور ان میں دس آدمی ایسے ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قاضیوں کی تربیت و تادیب کا کام بھی بخوبی انجام دے سکتے ہیں' میں تم سب لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور علم کا جو حصہ آپ لوگوں کو ملا ہے اس کی عظمت وجلالت کا حوالہ دیتا ہوں' میری تمنا ہے کہ اس علم کو محکوم ہونے کی بے عزتی سے بچاتے رہنا اور تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہونا پڑے تو میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسی کمزوریوں کا جو

لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں جان بوجھ کر اپنے فیصلوں میں جو لحاظ کرے گا اس کا فیصلہ جائز نہ ہوگا' نہ اس کیلئے خدمت قضا حلال ہے' نہ اس کی تنخواہ لینا درست ہے قضا کا عہدہ اسی وقت تک صحیح اور درست ہے جب تک کہ قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو' اسی قضا کی تنخواہ حلال ہے' بہرحال ضرورت کو دیکھ کر اس عہدے کی ذمہ داریوں کو تم میں سے جو قبول کرے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کی عام مخلوق اور اپنے درمیان روک ٹوک کی چیزوں کو مثلاً دربان' حاجب وغیرہ کو حائل ہونے نہ دے' پانچ وقت کی نماز مسجد میں پڑھے ہمیشہ لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کو تیار رہے' امام یعنی مسلمانوں کا امیر اگر مخلوق خدا کے ساتھ کسی غلط رویہ کو اختیار کرے تو اس امام سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس سے باز پرس کرے۔'' (معجم المصنفین' ص ۵۵' ج ۲) وغیرہ

اس تقریر کے بعد فقہی مجموعہ کی اہم حیثیت واضح ہوگئی' ملک میں شہرت عام ہوگئی' غالباً اسی کے بعد خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ کو بغداد طلب کیا اور عہدہ قضا پیش کیا' مگر امام صاحب نے قبول نہیں کیا جس کی تفصیل گزر چکی۔

خلافت راشدہ میں عدلیہ ہمیشہ خلافت کے دباؤ سے آزاد(۱) رہا۔ قضا کا تقرر عمل' علم و

۱۔ حموی حاشیہ الاشباہ میں لکھتے ہیں:

وقد صح ان عمرؓ لما کثر اشتغاله قلد القضاء ابا الدرداء و اختصم اليه رجلان فقضى لاحدهما ثم اتى المقضى اليه عمرؓ فساله عن حالهِ؟

فقال قضى على فقال لو كنت انا مكانه لقضيت لک.

فقال له ما يمنعک عن القضاء

فقال له ليس هناک نص والرائے مشترک.

یہ امر بسند صحیح ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے ملکی مشاغل جب بڑھ گئے تو انہوں نے قضا حضرت ابو درداء کے حوالہ کیا انہی دنوں میں دو آدمی جھگڑتے ہوئے پہنچے' حضرت ابو درداء نے ایک کے حق میں فیصلہ دیا' پھر جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا' حضرت عمرؓ نے حال پوچھا؟ اس نے جواب دیا' میرے خلاف فیصلہ ہوا ہے' حضرت عمرؓ نے کہا! اگر میں فیصلہ کرتا تو تمہارے حق میں فیصلہ کرتا۔ اس شخص نے کہا' آپ تو خلیفہ ہیں کیوں اپنی رائے کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس مسئلہ میں شریعت کی جانب سے کوئی صراحت نہیں اور عقل اور رائے مشترک چیز ہے یعنی ہر شخص کی علیحدہ ہو سکتی ہے۔

فضل، تقویٰ و دیانت اور فہم و فراست کی بنیاد پر ہوتا تھا۔

اموی اور عباسی عہد میں قضاء کی یہ دونوں خصوصیتیں ختم ہو چکی تھیں، عدلیہ خلیفہ اور اس کے درباریوں کے (۱) دباؤ میں آچکا تھا۔

اسی طرح علم و دیانت کی رعایت (۲) بھی ختم کی جا چکی تھی جس کی وجہ سے قاضیوں کے فیصلوں میں غلطیاں اور کمزوریاں (۳) عام تھیں۔

۱۔ فصل قضایا میں خلفاء کی دخل اندازی اور بیجا طرفداری اور پھر قاضی نے اگر حق سمجھتے ہوئے خلفاء یا ان کے درباریوں کے خلاف کیا، یا رعایت نہ کی تو ذلت کے ساتھ قاضی کی معزولی کے واقعات خلفاء بنی امیہ اور خلفاء عباسیہ کے یہاں ہارون الرشید تک مسلسل ملتے ہیں۔ منصور کے زمانہ میں قاضی شریک کا حشر گزر چکا اب منصور کے بیٹے خلیفہ مہدی کی حکومت کا واقعہ سنئے۔

مہدی نے بصرہ کا قاضی عبید اللہ بن حسن کو مقرر کیا، ان کی عدالت میں ایک تاجر نے مہدی کے ایک فوجی افیسر کے خلاف مقدمہ دائر کیا ادھر دار الامارہ سے مہدی کا یہ پیغام پہنچا۔

انظر الی الارض التی یخاصم فیہا، فلان التاجر و فلان القائد فاقض بہا للقائد۔	دیکھو! فلاں تاجر اور فلاں فوجی افسر کے درمیان جس زمین کا جھگڑا ہے اس مقدمہ میں فیصلہ قائد کے حق میں دو۔

مگر قاضی صاحب نے اس فرمان کی پرواہ نہ کی چونکہ تاجر قاضی کے یہاں حق پر ثابت ہوا، اس لئے تاجر کے حق میں فیصلہ دیا، نتیجہ کیا ہوا:

فعزلہ المہدی (تاریخ خطیب، ص ۳۰۹، ج ۱۰) تو خلیفہ مہدی نے قاضی کو معزول کر دیا۔

۲۔ مثلاً اموی عہد کے اوائل میں مصر کے قاضی عابس کا نام ملتا ہے جو نہ لکھنا جانتا تھا نہ پڑھنا، نہ اس نے پورا قرآن پڑھا تھا، نہ وہ علم فرائض سے واقف تھا، مگر وہ پورے مصر کا قاضی تھا، یہ اس صلے میں کہ یزید کی بیعت کے لئے مصر میں اس نے بڑا کام کیا تھا (حسن المحاضرہ) یہ تو صرف ایک مثال ہے ورنہ قاضیوں کے تقرر میں جو بے اعتنائی برتی جاتی تھی اور جس خود غرضی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا، اس کی داستان طویل ہے۔ مشہور عابد فقیہ تلمیذ امام مالک و من خواصِ اصحابِ ابی یوسف یعنی بشیر بن ولید کا قول فہرست ابن ندیم ص ۲۸۷ میں ملاحظہ فرمائیے۔

۳۔ عباسی عہد کے بعض قضاۃ کے فیصلے اور امام ابو حنیفہؒ کی ان پر بے لاگ تنقیدیں سیرۃ النعمان (علامہ شبلی) اور امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی (علامہ گیلانی) میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۱۲

پہلی وجہ کا علاج تو صرف یہی تھا کہ خلفاء بیجا رعایتیں چھوڑ دیں قولاً وفعلاً قاضیوں کو فیصلہ کی آزادی دیں' اور دوسری وجہ کے اصلاح کی صورت یہ تھی کہ کوئی مدون اسلامی قانون ہو جس کے مطابق قاضی فیصلہ کریں تا کہ غلطیوں کا امکان کم ہو جائے۔

اہل علم وفضل صرف دوسری وجہ کی اصلاح کے ذمہ دار تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تدوین فقہ سے اس فریضہ کو پورا کر دیا اور جب اسلامی قوانین مرتب ہو گئے تو انہوں نے اپنے شاگردوں کو عہدۂ قضا قبول کرنے کی اجازت دے دی' بشرطیکہ اس بات کی ضمانت ہو کہ خلفاء کی طرف سے بے جا طرفداری اور غلط دخل اندازی نہ ہو' عدلیہ آزاد رہے۔

امام صاحب کے عہد میں یہ آزادی مفقود تھی' اس لئے انہوں نے خود عہدہ قضا قبول نہیں کیا اور اسی آزادی کی جدوجہد میں وہ شہادت شری کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

امام ابوحنیفہؒ کے بعد جب عدلیہ کو آزادی میسر ہوئی' امامؒ صاحب کے تقریباً پچاس شاگردوں نے مختلف وقتوں میں عہدۂ قضا قبول کیا اور وہ امام صاحب کے فقہی مجموعہ کے مطابق فیصلہ کرنے لگے۔

ہارون الرشید کے عہد میں امام ابو یوسف قاضی القضاۃ مقرر ہوئے' مملکت عباسیہ میں مغرب سے مشرق تک قاضیوں کا تقرر انہی کے ہاتھوں انجام پانے لگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی مدون کردہ فقہ کا نام فقہ حنفی ہوا جو سارے ملک میں پھیل گئی۔

یحییٰ بن آدم کا قول ہے:

قضی به الخلفاء والائمة والحكام واستقر عليه الامر

(موفق' ص ۴' ۲۷)

خلفاء ائمہ اور حکام ابوحنیفہؒ کے مدونہ قوانین پر فیصلہ کرنے لگے اور بالآخر اسی پر عمل قائم ہو گیا۔

امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو دنیا میں جو حسن قبول حاصل ہوا وہ محتاج بیان نہیں' تیسری صدی سے دنیائے اسلام میں اس کو عام مقبولیت حاصل ہونے لگی' اس کے بعد عموماً ہر زمانے میں حکومت اور عوام کی اکثریت کا مذہب یہی رہا' دنیائے اسلام کی دوثلث آبادی اسی فقہ کی پیرو ہے۔

شیخ محمد طاہر فتنی صاحب مجمع البحار (۹۸۶ھ) بحوالہ محدث کرمانی شافعی شارح بخاری

(۷۸۶ھ) فرماتے ہیں:

اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا راز پوشیدہ نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب مسلمان اس مذہب کے مقلد نہ ہوتے' ہمارے زمانے تک جس کو امام صاحب سے تقریباً ساڑھے چار سو برس کا عرصہ ہوتا ہے ان کی فقہ کے مطابق اللہ وحدہ کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے' اس میں اس کی صحت کی اول درجہ کی دلیل ہے۔ (المغنی: ص ۸۰)

ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) دسویں صدی کے آخر گیارہویں صدی کے شروع میں لکھتے ہیں:

الحنفیة ثلثی المومنین (مرقات' ص ۲۴' ۳۴)

حنفیہ کل مسلمانوں کے دو تہائی ہیں۔ ممکن ہے اب کچھ زیادہ ہی ہوں۔ واللہ اعلم۔

فقہ حنفی کی مقبولیت کی وجہ اس کی یہ چند اہم خصوصیتیں ہیں:

۱۔ اس کے مسائل حکم و مصالح پر مبنی اور رعایت روایت کے ساتھ اصول درایت کے عین مطابق ہیں:

۲۔ فقہ حنفی دوسری تمام فقہوں کی بہ نسبت نہایت آسان اور یسیر العمل ہے۔

۳۔ فقہ حنفی میں معاملات کے حصہ میں وسعت' استحکام اور باقاعدگی' جو تمدن کے لئے بہت ضروری ہے تمام فقہوں سے زیادہ ہے۔

۴۔ فقہ حنفی نے غیر مسلم رعایا کو نہایت فیاضی اور آزادی سے حقوق بخشے' جس سے نظم مملکت میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔

۵۔ احکام منصوصہ میں امام ابو حنیفہؒ نے جو پہلو اختیار کیا ہے عموماً وہ نہایت قوی اور مدلل ہوتا ہے۔

ان خصوصیات کی تفصیلات کے لئے سیرۃ النعمان علامہ شبلی حصہ دوم ملاحظہ فرمائیے۔

برلن جرمنی میں مجلہ فقہ اسلامی
کے نمائندے ہیں
جناب قاری محمد افضل رضا صاحب
Tel: 417-19850 Fax: 417-19848

خوشخبری

طالبات کی دینی تعلیم و تربیت کا منفرد انداز ...

تحفیظ القرآن
تجوید القرآن
تفہیم القرآن

یعنی قرآن کریم حفظ و ناظرہ تجوید کے ساتھ اور پھر تجوید کے علاوہ

درس نظامی
عالمہ فاضلہ
کا کورس

صاف ستھرا ماحول	صاف ستھرا ماحول
کشادہ کلاس رومز	کشادہ کلاس رومز
پردہ کا اہتمام	پردہ کا اہتمام

طالبات کی دینی تعلیم میں آپ کے تعاون کے طلبگار

مہتمم و اراکین

جامعہ تجوید القرآن

کارساز، مین شارع فیصل، کراچی۔
فون : 4948678